

دریں حدیث

ہے وہ مال
کرنا بہت
نا اور دین
شریعت

زکوٰۃ کے

ہے، جمہور

ساکہ اس

لڑنا ہے۔

ل ہیں اور

اعتبار سے

کام میں

لا اکل کے

ہے کیونکہ

نا کئے گئے

ہے، اگر فی

بے معنی ہو

یہ علماء نے

ہیں، انہوں

کے اسلام

روا شاعت

ل کیا ہے۔

ا رس دینیہ

مل و مجلات

ر بے سہار

چ کرنا جائ

شامل ہے۔

لقرضادی

س کی ہ

مل آباد

المسلم من سلم
المسلمون من لسانہ ویدہ۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان،
باب بیان تفاضل الاسلام وای
امورہ افضل)

ترجمہ:- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ
سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

اس میں بھی اسلامی اخوت کے
تفاضل کا بیان ہے۔ جب مسلمان بھائی بھائی

ہیں تو پھر کسی مسلمان کی زبان یا ہاتھ سے
دوسرے مسلمانوں کو تکلیف کیوں پہنچے؟ گویا

ایک مسلمان کو کسی مسلمان کی بابت زبان سے
ایسی بات نہیں نکالنی چاہئے۔ جس سے اس کو

تکلیف پہنچے، مثلاً اسے گالی دے، اس کی غیبت اور
بد گوئی کرے، اس پر الزام تراشی اور افتراء

پردازی کرے، اس کو کسی بات کا طعنہ دے۔
ایک مسلمان کو ان تمام باتوں سے اجتناب کرنا

چاہئے۔

اس طرح کوئی ایسا اقدام نہ کرے
جس سے کسی مسلمان کو نقصان ہو۔ اسے دھوکہ

دینے کے ساتھ بددیانتی نہ کرے، اس کی
جان، مال اور عزت و آمد پر دست درازی نہ

کرے، وغیرہ وغیرہ

اس مفہوم کو ایک دوسری حدیث
میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

لا یومن احدکم حتی
یحب لایحیہ ما یحب لنفسہ۔ (صحیح
مسلم، کتاب الایمان، باب نمبر ۱۷)

ترجمہ:- تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک
مومن نہیں، جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے

وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا
ہے۔

جب ایک شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ
اس کے ساتھ کوئی دھوکہ فریب کا معاملہ

کرے یا اس کی تذلیل و اہانت کرے یا اسے کسی
قسم کا نقصان پہنچائے، تو اسے بھی چاہئے کہ وہ

بھی کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے جس میں
دھوکہ ہو، اس کی ذلت و رسوائی ہو یا اس کا

نقصان ہو۔
ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

لا یدخل الجنة من لا یامن
جارہ بوائقہ۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب بیان

تحریم ایذاء الجار)
ترجمہ:- وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا، جس

کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سباب المسلم فسوق و
قتالہ کفر۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب

بیان قول النبی صلی اللہ علیہ
وسلم سباب المسلم فسوق۔۔۔

صحیح بخاری، کتاب الادب،
باب ما ینھی من السباب واللعن)

ترجمہ:- مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور
اس سے لڑنا کفر۔

اس حدیث میں دو باتیں بیان کی گئی
ہیں ایک یہ کہ مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی اللہ کی

نافرمانی اور گناہ کا کام ہے اور دوسری یہ کہ
مسلمان سے لڑنا کفرانہ فعل ہے۔

گالی کا مطلب ہے کسی شخص کے
بارے میں ایسے کلمات استعمال کئے جائے جو اس

کی عزت کو داغ و دار کر دیں۔ ایسا بالعموم لڑائی اور
جھگڑے کے موقع پر ہوتا ہے۔ لڑائی کے وقت

انسان غصے اور اشتعال میں دوسرے فریق کو
سب شتم کرتا اور اس کی عزت پر حملہ آور ہوتا

ہے۔
ایمان و تقویٰ سے آراستہ لوگ، غصے

اور لڑائی کے وقت بھی اپنے جذبات پر کنٹرول
رکھتے اور گالی گلوچ سے گریز کرتے ہیں، اس لئے

حدیث میں منافق کی نشانیوں اور علامات میں ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ”اذا خاصم فجر“ جب وہ جھگڑتا ہے تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن صادق کسی حالت میں اپنی زبان کو سب و شتم سے آلودہ نہیں کرتا۔

اس حدیث میں بھی گالی گلوچ کو ”فحش“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کے معنی اللہ کی اطاعت سے نکل جانے کے ہیں۔ گویا گالی دینے والا اللہ سے اپنے عہد اطاعت کو توڑ دیتا اور شیطان کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتنا بوجہ جرم ہے۔

اسلام نے جس اخلاق، تہذیب و شائستگی اور عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ گالی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اسلامی اخلاق و کردار کا حامل شخص سب و شتم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

انک امروء فیک جاہلیۃ۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینہی من السباب و اللعن)

ترجمہ:- تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کے آثار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شائل و اخلاق کے بیان میں آتا ہے کہ آپ فحش گو تھے نہ لعن طعن کرنے اور گالی دینے والے، آپ ہدایہ اور غصے سے وقت صرف یہ فرماتے۔ اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود

ہو۔ (حوالہ مذکور)

ہمیں بھی عہد کرنا چاہئے کہ گالی سے گریز کریں گے، کیونکہ یہ منافق کی علامات میں سے اور جاہلیت کے آثار میں سے ہے اور ہمیں تو ایک مومن کا کردار اپنانا ہے نہ کہ منافق کا اور اسلامی تہذیب و اخلاق سے آراستہ ہونا ہے نہ کہ جاہلیت کی بے ہودگیوں کو اختیار کرنا، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان معنی قولہ لا ترجعوا بعدی کفارا.....)

ترجمہ:- میرے بعد تم ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافرن بن جاؤ۔

مسلمانوں نے آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کا ناجائز خون بہانہ اتنا سخت جرم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر سے تعبیر فرمایا ہے، گویا یہ ایک کافرانہ فعل ہے کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔

مسلمان کا شیوہ تو کافروں یعنی اللہ کے دشمنوں سے لڑنا اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی صفات میں اللہ تعالیٰ نے انکی ایک اہم صفت یہ بیان فرمائی ہے۔

اشدآء علی الکفار رحماء بینہم (سورۃ فتح ۲۹)

کافروں پر سخت، آپس میں رحم دل“ مسلمان جب اس صفت سے متصف رہے، وہ کافروں سے معرکہ آرا اور جہاد و دعا کے میدان میں ان سے برسر پیکار رہے، جس کے نتیجے میں

مسلمان ہر جگہ غالب و کامران اور کافر مغلوب و ناکام ہوئے۔

آج جب مسلمان کی حالت اس کے برعکس ہو گئی ہے یعنی آپس میں ہی لڑ جھگڑ رہے اور دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں اور کافر انہیں لٹکا رہے ہیں، لیکن مسلمان ان کے خلاف تلوار اٹھانے سے گریزاں اور ان سے معاہدے کرنے اور محبت کی پیشکشیں بڑھانے میں مصروف ہیں، تو وہ مغلوبیت و پستی کا شکار اور ذلت و کبت سے دوچار ہیں۔

اس لئے مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ وہ اپنی عظمت و رفعت حاصل کریں، عزت و سرفرازی ان کے حصے میں آئے اور دنیا میں وہ باوقار زندگی گزاریں، تو اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے آپس میں بھائی بھائی اور شفقت و رحیم بن کر رہیں، اپنے اختلافات بھائیوں کی طرح آپس میں بیٹھ کر دور کریں اور ایک دوسرے کے خلاف سازشوں کے جال بننے چھوڑ دیں۔ اور کفر اور کافروں کے خلاف مجسم غیظ و غضب بن جائیں، قرالمی بن کر ان پر ٹوٹ پڑیں اور جہاد کے ذریعے سے ان کی قوت و شوکت پر کاری ضرب لگا کر اس کو پارہ پارہ کر دیں اور اسے افسانہ ماضی بنادیں۔

سالانہ اگل پاکستان

خاتم النبیین کانفرنس

مرکز خاتم النبیین العالی الحمدیث میں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے (انشاء اللہ) جس میں ملک بھر سے محدثین، علماء کرام، خطباء عظام، قراء، شعراء، دانشور، صحافی، اور مجاہدین تشریف لارہے ہیں۔ نوٹ:- تفصیلی اشتہار کا انتظار فرمائیں۔

ابوبکر فاروقی

پاکستان میں اسلامی نظریہ کا نفاذ کیونکر ممکن ہے؟

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسے ایک عالمگیر مذہب ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی مملکت کے تمام تر امور کی انجام دہی ماسوائے اسلام کے کسی دوسرے قانون و مذہب کی دسترس میں نہیں ہے یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے کہ جسے جھٹلانا شمس و قمر کی رعنائیوں کا انکار کرنے کے مترادف ہے اسی

دل اسلام کی حلاوت سے معمور ہو چکے تھے اور وہ الگ وطن اور اس میں نفاذ اسلام کے خواہاں تھے مسلمانوں نے اس خواب کی تعبیر کے حصول کے لئے قربانیوں کی وہ لازوال داستانیں رقم کیں کہ صفات تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کتنے ہی والدین نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کی قربانی دی، کتنی

سے وابستہ تھیں، دم توڑتی نظر آرہی ہیں۔ آزاد فضاء سے غلامی کی بو آرہی ہے۔ چین، سکون، امن و سلامتی کا فقدان نظر آرہا ہے، فحاشی و عریانی کا سیل رواں موجزن ہے۔ فرقہ واریت کا زہر معاشرے کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ کبھی مارشل لاء کے روپ میں نفاذ اسلام کے خواب کو چنچہ چور کر دیا گیا تو کبھی شریعت بل

نظریہ کے پیش نظر ضرورت ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے خطہ ارض پاکستان میں بھی یہی قانون اسلام رائج ہو کیونکہ پاکستان کا قیام اس طویل جدوجہد کا ثمر ہے جو مسلمان

نصف صدی گزرنے کے باوجود قیام پاکستان سے وابستہ امیدیں دم توڑتی نظر آرہی ہیں۔ اسلام کو محض اقتدار کو طول دینے یا قوم کی نظروں میں ہیرو بننے کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

برصغیر نے اپنے علیحدہ قومی تشخص کی حفاظت کے لئے کی تھی۔ یہ صرف الگ وطن کے حصول کا مطالبہ نہ تھا بلکہ اپنی تہذیب و مذہب کی ترویج و نفاذ کا خواب تھا۔ یہ صرف ہندو معاشرت کی غلامی سے آزادی کی سعی نہ تھی بلکہ اسلامی تمدن و معاشرہ کے قیام کا سپنا تھا۔ اگرچہ ہندو مسلمانوں کے قیمتی تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو مسخ کرنے کے ناپاک عزائم رکھتے تھے اور مسلمان قائدین امت مسلمہ کو ثابت قدمی اور علیحدہ قومی و ثقافتی تشخص کی حفاظت کی تلقین کرتے تھے لیکن درحقیقت مسلمانان برصغیر کے

ہی بہنوں نے اپنی عزت کی تار تار چادر کی اوٹ سے نظریہ اسلام کی جھلک دیکھی، کتنے ہی معصوم بچوں نے نیروں کی انیوں پر موت کا رقص کیا اور کتنے ہی نوجوانوں نے اپنی جوانیوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کا مقصد کیا تھا؟ ان کی منزل کیا تھی؟ ان کی خواہش کیا تھی؟ ان کی تمنا کیا تھی؟

ان تمام تر قربانیوں کا مقصد ایک تھا، منزل ایک تھی کہ ”اسلام کا نفاذ“ ہو۔ آج پاکستان زندگی کی پچاس منزلیں طے کر چکا ہے لیکن وہ تمام خواہشات اور امیدیں جو قیام پاکستان

نظروں میں ”ہیرو“ بننے کے لئے استعمال کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں ذاتیات کو اسلامیات پر ترجیح دینا اس بات کی تین دلیل ہے کہ اغیار اور ان کے ایجنٹ کبھی بھی اسلام کی حقیقی تصویر عوام کے سامنے لانے کی سعی نہیں کریں گے اور اس چمن کی خوشبو سے محرومی ہمیشہ کے لئے ہمارے مقدر کا نصب کرنے کے لئے کوشاں ہیں یعنی اس خواب کی تعبیر حقیقی مظاہر نظر نہیں آرہی۔ آزاد فضاء سے غلامی کی بو آرہی ہے۔ کلچر اور تہذیب کے نام پر فحاشی، عریانی کا سیل رواں موجزن ہے، ہندوؤں کی رسوم و

روح ہمارے اسلام کے نام لیا حکمرانوں کی زیر سرپرستی اپنے قدم جما چکی ہیں، اسلام دشمن ہمارے آئیڈیل بن چکے ہیں۔ دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے نفرت طاعت ملاحان پاکستان کا شیوہ بن چکا ہے۔ حکمران لاکھوں کشمیری مسلمانوں کے قاتل، بے شمار بہنوں

سے لاطم ہونا ایک الجھن ہے۔ اس طرح مذہبی شیخ پر جانوروں کا قبضہ ایک الجھن ہے تو اسلام کے نام پر حکمرانوں کا وطیرہ بھی ایک الجھن ہے کہ ہمارے حکمران عوام کی نظریں اسلام سے ہٹا کر ایسے امور کی طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ جو عوام کو ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے۔ شری و اجپائی

جب فرد سے جو معاشرے کی بھنور کی اکائی ہے۔ انسانیت ختم ہو جائے تو پھر اس کا وجود معاشرے کے لئے ناسور بن جاتا ہے۔

بیٹیوں کی عصمت کے ڈاکو ”بھارت“ کیا ساتھ تعلقات کی راہ ہموار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ دو قومی نظریہ کے مخالف اور کائنات کے عظیم منافق کی بانسوں میں بائیں ڈال کر اظہار مسرت نظام، اسلام کی عملاً تنقید کے ساتھ کھلا مذاق تو نہیں کیا جا رہا ہے؟ بغل میں چھری منہ میں رام رام کے مترادف رویہ ہمارے امراء المؤمنین کا بن چکا ہے کہ ایک طرف نعرہ اسلام بلند کر رہے ہیں اور دوسری طرف قرآنی احکام اور تعلیمات نبوی ﷺ کی مخالفت و رزی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

کے آمد کو ہی لیجئے کیا یہ کروڑوں مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا سبب بنی یا ان کے زخموں پر نمک پاشی کا موجب بنی۔ اہل عقل و دانش اس بات سے آگاہ ہیں کہ غلیظ کافر کے ساتھ خوش گپیاں کس حد

میں سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔ ضمیر کی آواز کے دب جانے کا مطلب کیا ہے؟ تمام انسانی اقدار کا گلا گھونٹ دینا ہاں! جب فرد سے جو معاشرے کی اکائی اور خشت کا درجہ رکھتا ہے، انسانیت ختم ہو جائے تو پھر اس کا وجود نہ صرف معاشرے کے لئے ناسور ہے بلکہ خود اس کے لئے بھی باعث رسوائی ہے۔ اب دیکھئے انسانیت اور ضمیر کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور انسان میں انسانیت پیدا کرنے اور ضمیر کو صیقل اور بیدار کرنے کا سرانہ ہب کی جانب لوٹتا ہے اور اسلام وہ مذہب و حید ہے جو ضمیر اور انسانیت کا داعی ہے لیکن جو آج ہمارے معاشرے میں انہی دو چیزوں کا فقدان ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں ایک عام فرد سے لے کر حکمران تک سب میں پیدا ہو جائیں تو معاشرہ و ملک

ہمارا نظام حکومت اس قدر اپنے نقوش بگاڑ چکا ہے کہ جسے دیکھ کر ”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کا تصور ابھرتا ہے۔

اسلامک رولز کا نظارہ پیش کر سکتے ہیں گویا کہ نظام اسلام کا نفاذ ناممکن نہیں ہے اور اگر آج اس کا نفاذ ہو جائے تو نہ صرف تحریک پاکستان کے شہدا کی قربانیاں رنگ لائیں گی بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کے حقدار ٹھہر سکتے ہیں لیکن اب یکبارگی نفاذ اسلام کا انقلاب درپا عات نہیں ہو سکتا۔

تک ملکی مفاد کے لئے بہترین رہیں؟ بقول شاعر۔ غیر سے دوستی کرو لیکن پہلے کچھ روز آزما لینا ان حالات میں نظام اسلام کا نفاذ کیونکر ممکن ہے؟ ایک ایسا سوال ہے جو اب بھی ارباب عقل و دانش سے جواب کا منتظر ہے۔ لیکن بعض لوگ حالات کے بھنور کی تکیوں سے سچ پا ہو کر نفاذ اسلام کو ایسا سانا خواب قرار دیتے ہیں کہ جس کی تعبیر ناممکن ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضمیر کا مجرم سب سے بڑا مجرم ہوا کرتا ہے، ضمیر کا چابک، ضمیر کا تازیانہ بہت دردناک ہوتا ہے۔ جب انسان کا ضمیر سو جاتا ہے تو اس

لہذا اسلام کے ہی اصول تدریج کے پیش نظر چند بنیادی اور اہم امور کی انجام دہی سے اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل آسان ہو جائے گی اور پاکستان حقیقت میں اسلامی مملکت کا روپ دھار سکتا ہے۔

تو اب جہاں نظریہ پاکستان ”لا الہ الا اللہ“ کی تنفیذ کا مرحلہ باقی ہے وہاں الجھے ہوئے مسائل کی گتھیوں کو سلجھانا بھی ہے۔ لیکن الجھنیں کون سی کم ہیں کہیں سیاسی میدان میں سیاستدانوں کا ”روایتی ناچ“ کیا الجھنیں ہے تو کہیں حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشوں کا تسلسل ایک الجھن ہے اور کہیں اپوزیشن اور حلیف جماعتوں کا گرگٹ کر طرح رنگ بدلنا ایک الجھن ہے تو کہیں قوم کے معماروں کا فرائض منصبی

آواز
انسانی
سے جو
ماہر
مرف
کے
مانیت
ہے اور
صیق
ثبات
مانیت
ے میں
دونوں
نا تک
و ملک
سے
ہے
گویا کہ
آج اس
ن کے
لہ تعالیٰ
ب لیکن
ت نہیں
ندریج
امور کی
نفاذ
پاکستان
پ دھا
آباد

(۱) اسلامی معاشی نظام کی فوری تنفیذ

معیشت کسی بھی ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور معیشت پر ہی ملک کی فلاح و ترقی کا انحصار ہے جبکہ پاکستان میں معیشت پر سود حاوی ہے اور سودی معیشت پورے ملک میں اپنی جڑیں وسیع کر چکی ہے۔ حالانکہ سود کی حرمت اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے سود پر مبنی کاروبار اور معیشت نہ صرف دنیا و آخرت میں سے اسلام کی عظمت، محبت اور شیفگی زائل کر دیتی ہے۔ تو اس وقت ملک کی نازک صورتحال میں ضروری ہے کہ اسلام پسندی کا عملی ثبوت دیا جائے اور اسلامی معاشی نظام کی تنفیذ کو ممکن بنایا جائے کیونکہ اس سے حلال روزی کمانے کے ذرائع میسر ہونگے اور حرام ذرائع آمدن کی سطح کئی ہو سکے گی۔ تو جب افراد قوم کی رگوں میں حلال کمائی سے مٹا ہوا خون گردش کرے گا تو وہی خون نہ صرف محبت اسلام سے معمور ہو گا بلکہ اس کی ترب اسلامی نظام کے نفاذ کی آئینہ دار ہوگی۔

(۲) نظام حکومت کی اصلاح

کسی بھی مملکت کی صحت و سقم کا انحصار اس کے نظام حکومت پر ہوتا ہے اور آج پاکستان میں نظام حکومت اس قدر اپنے نقوش بگاڑ چکا ہے کہ یہاں سے کوئی قانون نہیں بلکہ جس کی لامنی اس کی بھیس کی عملی تصویر نظر آ رہی ہے۔ منصب حکومت کی ذمہ داری سمجھنے کی بجائے آباء و اجداد کی جاگیر گردانا جاتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ صواب حکومت بلند باگ و دعوے کرنے کی بجائے مملکت خدا داد

کے خدوخال اس سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کریں اور غیر مسلم طاقتوں کے سامنے سر بسجود ہونے کے بجائے نظام خلافت کے نقوش کو ابھارنے کی سعی کریں کہ جس کے سامنے دنیائے عالم کی منہ زور طاقتیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں۔

(۳) نصاب تعلیم میں توازن

تعلیم انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دیتی ہے جبکہ تعلیم سے دوری اسے تحت الثریٰ کی گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اسی لئے کسی بھی ملک کی ترقی اس کے تعلیم یافتہ افراد پر انحصار کرتی ہے اور اس ملک کا نظام تعلیم ایک سانچہ ہے جس میں افراد کو ڈھالا جاتا ہے۔ نظام تعلیم ہمیشہ قومی امنگوں کا منظر ہوتا ہے۔ اس نظام تعلیم اساتذہ، طلباء، درسی کتب اور ذرائع ابلاغ سب ایک ہی مقصد کی پیمائش کے لئے کام کرتے ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے تو پاکستان کے نظام تعلیم کو اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ ایسے شہری تیار کرے جو حکومت کے ہر شعبہ میں اس مملکت کے نظریاتی تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ ہمارے نصاب تعلیم میں یہ بنیادی نقص ہے کہ جن ایمانیات، عقائد اور اخلاقیات پر ہماری تہذیب و اخلاق کی ساری بنیاد قائم ہے یہ تعلیم ان کو تقویت پہنچانے کی بجائے التاکمزور کرتی ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم غیر کے ہاتھوں کا کھلونا بن چکے ہیں اور پاکستانی تجاہل عارفانہ کے نشے میں مست طوعا و کرہا اسی نصاب اور نظام کو قبول کئے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم ایسے لوگ تیار کریں جو اسلام شناس اور

مذہب پسندی کے جذبہ سے سرشار ہوں اور تعلیمات اسلامیہ سے واقفیت رکھتے ہوں اور پھر حکومتی ایوان اس قدیم اور جدید علوم کے اس حسین امتزاج کو حصہ مملکت بنائیں اس سے نہ صرف قوم میں خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے بلکہ نوجوانوں کی ایک ایسی کھپ تیار ہوگی جو اسلامی روایات اور تہذیب سے محبت کرتی ہوگی اور یہ تعلیم یافتہ نوجوان وطن عزیز میں نفاذ اسلام کیلئے کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(۴) ذرائع ابلاغ کی تطہیر

ذرائع ابلاغ اس جدید دور میں ایک اہم تعلیمی ادارہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور رسائل وغیرہ عوام کی تعلیم و تربیت میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ جس ذہن کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اسی قسم کی عوام کی تربیت ہوگی۔ اسلامی کے نظام کے عملاً نفاذ کے لئے ذرائع ابلاغ کی تطہیر از حد ضروری ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ فاشی، عربی، بے حیائی، بد اخلاقی، لادینیت، جرائم اور قانونیت کی بجائے ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کا فریضہ منصبی سرانجام دیں۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر سے عام معاشرہ کی اسلامی اطوار پر اخلاقی ذہن سازی نہایت ہی آسان ہو جائیگی اور یہی چیز نفاذ اسلام کی منزل کو قریب تر کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

(۵) عوام الناس کی صحیح راہنمائی اور ذہن سازی

لوگوں کے عام طبقہ کی حالت زار کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اکثریت ناخواندہ اور ہر

سبز باغ دکھانے والے کی تقلید کو لازم سمجھتی ہے۔ ایسی صورت حال میں ضروری عوام الناس کی صحیح خطوط پر راہنمائی کی جائے اور ان کی اسلام کی طرف میلانگی کے لئے ان کی وسیع پیمانے پر ذہن سازی کی جائے اور اس سلسلہ میں تمام تر ممکنہ سرکاری اور غیر سرکاری وسائل کو بروئے کار لایا جائے تاکہ پاکستان کا اکثریتی حصہ اسلامی تعلیمات کی کم از کم بنیادی جزیات سے نااہل نہ رہے۔ ایسے ہی ضروری ہے کہ عوام الناس کو فرقہ وارانہ کتب، کیسٹ اور دوسرے لٹریچر کی بجائے اسلام فضی اور اسلام شناسی پر مشتمل لٹریچر سے نہایت ہی سرعت کے ساتھ متعارف کروایا جائے تاکہ وہ بھی اسلام کی تعلیمات سے آشنا ہوں۔ اس مقصد کیلئے ارباب اقدار کی توجہ نہایت ضروری ہے تاکہ وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ملک برصغیر کے مسلمانوں کو ایک تحفے، ایک احسان اور ایک آزمائش کے طور پر دیا ہے۔

لیکن آج علماء کرام کی اکثریت نے فرقہ واریت کو ہوا دینا اپنا نصب العین سمجھ لیا ہے اور عوام کو چرب لسانی کے زور پر حق و باطل کے مابین تمیز کرنے والی حس کو بیدار نہ ہونے دینا اپنا مقصد اولین قرار دے دیا ہے۔ کہیں تقلید شخصی کے نام پر اطاعت مصطفیٰ سے دوری کی سازشوں کا جال چھایا جاتا ہے تو کہیں تفسیر قرآن کے نام پر مفاہیم و مطالب قرآن کی پردہ پوشی کی جاتی ہے، کہیں دورہ حدیث کے نام پر سنت مصطفویٰ سے لا تعلقی کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے تو کہیں حکمرانوں کی چالپوسی کے ذریعہ منصب عالیہ پر

تفویض کو اپنا مشن سمجھا جاتا ہے۔

(۶) احساس ذمہ داری کی بیداری

ہر فرد اپنا بہ نظر دقیق جائزہ لے کہ وہ اسلام کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا وہ خود اپنے مختصر جسم پر اسلام نافذ کر چکا ہے، کیا اس کے تمام مقالات زندگی اور معمولات روزمرہ اسلام کے مطابق ہیں؟ اگر نہیں تو بھلا ظلمت میں رہ کر روشنی کی جستجو کرنے والا کیسے منور ہو سکتا ہے جب تک وہ خود اس کی طرف پیش قدمی نہیں کرتا۔ آج ہر فرد کے دل سے احساس ذمہ داری ختم ہو چکا ہے۔ مساجد میں اذانیں ہوتی ہیں مگر رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی۔ ان اذانوں سے نہ رہی ایوان باطل میں لرزہ طاری ہوتا ہے اور نہ ہی مسلم کے دل کی بجز زمین شاد ہوتی ہے۔ چمن انسانیت سے اخلاقی اقدار کو ختم کر دینا شعلوں کو ہوائیں دینے کے مترادف ہے اور شعلوں کو ہوائیں دینے والا ساون اسلام کی توقع کیسے کر سکتا ہے تو ضروری ہے کہ پاکستانی قوم خواب غفلت سے جاگے اور اس کا احساس ذمہ داری بیدار ہو اور ہر فرد اسلام کے بنیادی عقائد سے واقف ہو، علم دین سے کسی حد تک آگاہ ہو اور اسی دین کی نشر و اشاعت کے جذبہ سے سرشار ہو اور اسلام کھم طاق عمل کرنے کا عزم مصمم کرے۔

(۷) علماء کرام تاریخی کردار ادا کریں

علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں اس لحاظ سے انکی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں کہ وہ لوگوں کو ہر قسم کی غلطیوں سے پاک و خالص اسلام پہنچائیں اور مساجد سے فرقہ وارانہ تشدد پر مبنی فتوؤں کے بجائے علم

و عرفان کے پر نور موتیوں کی بارش ہو۔ بلاشبہ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ علماء کرام اپنا قبلہ درست کر لیں اور عوام کو صحیح فیض پہنچائیں تو کوئی بعید نہیں کہ عوام کے اندر بھی نفاذ اسلام کا جذبہ ابھرے تو ضروری ہے حکمرانوں کیلئے وہ فرقہ واریت کو ختم کرنے کیلئے، دہشت گردی کے خاتمہ، نفرتوں کے سدباب کے لئے، امن و سلامتی کے لئے، اخوت و اتحاد کے لئے علماء کرام کو اعتماد میں لے کر ہر وہ اقدام کریں جس سے مذہب کے نام پر انسانوں کے خون کی ندیاں بہانے والوں کی بچ کنی ہو سکے اور ہر پاکستان در در کی ٹھوکریں کھانے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کے دروازے کا فقیر بننے کو سعادت مندی سمجھے اور چھوٹی چھوٹی نئیوں اور نہروں سے مستفید ہونے کی بجائے براہ راست چشمہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہو تاکہ اس کی دینی اور دنیاوی تحشیاں دور ہو سکیں

خلاصہ بحث

پاکستان میں نظام اسلام کا نفاذ قطعاً ممکن نہیں ہے بلکہ یہ خواب حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے بھر طیکہ بلند بانگ دعوؤں، خالی خولی نعروں کی بجائے عملی زندگی کی تعمیر ہو اور کوئی بارش کا پہلا قطرہ بننے کی جرات کرے پھر موسلا دھار نہ صرف ظاہری و باطنی غلاظتوں کو نفاستوں میں بدل دیگی بلکہ چمن وطن اپنی تمام تر رعنائیوں اور حسن فطرتی کے ساتھ لہلہائے گا اور نفاذ اسلام کی برکات الہیہ سے پاکستان نہ صرف خود کفیل و ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شمار ہو گا بلکہ اغیار کے نیچے استبداد سے حقیقی آزادی حاصل کر لے گا اور صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ کھلوانے کا حقدار ہو گا۔